دعاؤں کے ذریعہ بنجر زمینوں کو بھی پھل لگ جایا کرتے ہیں۔
تبلیغ میں دعاؤں کی تدبیر کے بغیر کوئی کامیابی ممکن نہیں۔

خطبہ جمعہ فرمودہ ۸/نومبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ (النحل:۱۲۶)

پھر فرمایا:۔

یہ آیت جس کی میں نے تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس جہاد کے مضمون کو بیان فرماتی ہے جو حقیقی اور اول اور افضل جہاد ہے یعنی اپنے رب کی طرف بنی نوع انسان کو بلانا۔ یہ جہاد کیسے کیا جائے گا کن ہتھیاروں سے یہ جنگ لڑی جائے گی؟ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ فرماتی ہے کہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ اپنے رب کی راہ کی طرف بنی نوع انسان کو حکمت کے ساتھ بلاؤ تلوار یا تیر کے ساتھ نہیں، ڈانٹ ڈپٹ کر اور دھمکا کر نہیں بلکہ حکمت کے ساتھ بلاؤ۔ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ اور نیک نصیحت کے ذریعے ایسی دلکش نصیحت کے ذریعے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ اور بالآخر اگر مقابلہ کرنا ہی پڑے تو بہترین رنگ میں مقابلہ کرو سب سے اچھے دلائل کو اختیار کرو۔ احسن رنگ میں یعنی دلکش انداز میں ان دلائل کو

پیش کرو کیونکہ مقصد دل جیتنا ہے نہ کہ لوگوں کو شکست دینا۔پس یہ وہ اول اور حقیقی جہاد ہے جس کی طرف قرآن کریم ہر مومن کو بلاتا ہے اور اس جہاد کے اسلوب سے بڑے واضح طور پر آگاہ فرماتا ہے۔وہ ہتھیار بھی بیان کر دیئے جو اس جہاد میں استعمال ہوں گے۔اس آیت کریمہ کے علاوہ اسی مضمون پر اور بھی آیات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ تبلیغ کے لئے صبر کی بڑی ضرورت ہے حکمت کے علاوہ دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔چنانچہ انبیائے کرام کے طریق تبلیغ کو جو قرآن کریم نے کھول کر بیان فرمایا اس میں دعاؤں کا مضمون بھی ساتھ ساتھ اس طرح شامل ہے جیسے زندگی کے ساتھ سانس شامل ہو اور یہاں حکمت کے لفظ کو تو اختیار فرمایا۔وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کا ذکر کیا اور وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کا ارشاد ہوا لیکن دعا کا ذکر نہیں۔اس سے میں سمجھتا ہوں کہ حکمت کے اندر سب سے پہلے دعا آتی ہے کیونکہ حکمت سے مراد یہ ہے یعنی مختلف معانی لفظ حکمت کے ہیں لیکن اس مضمون سے تعلق میں خصوصیت کے ساتھ حکمت کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے مقصد کو کم سے کم کوشش ،کم سے کم نقصان کے ذریعے،زیادہ سے زیادہ احسن رنگ میں حاصل کرو۔دراصل ہر جگہ،زندگی کے ہر شعبہ پر حکمت کا یہی مضمون اطلاق پاتا ہے۔وہ کام جو کم سے کم کوشش ،کم سے کم جدوجہد کے ذریعہ کرنے کی کوشش کی جائے لیکن شرط یہ ہو کہ زیادہ سے زیادہ نتائج حاصل ہوں۔پس کم سے کم کا فیصلہ زیادہ سے زیادہ کا نتیجہ کرے گا۔اگر زیادہ سے زیادہ نتیجہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ محنت درکار ہے تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ پھر زیادہ محنت کی جائے مگر بے ضرورت محنت نہ کی جائے اور بے کار محنت نہ کی جائے ،ایسی کوشش نہ کی جائے جو نتیجہ خیز نہ ہو اور جو مضمون سے بے تعلق ہو۔

اس سلسلہ میں چونکہ مومن کی ہر تدبیر کارگر ہونے کے لئے دعا کی محتاج رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی اس لئے حکمت کے لفظ میں سب سے پہلے دعا کا مضمون شامل ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو عظیم الشان انقلابی فتح اپنے مدمقابل پر حاصل فرمائی اور گنتی کے چند سالوں میں یہ حیرت انگیز بے مثل معجزہ کر دکھایا کہ سارے عرب کی کایا پلٹ دی ایسے مخالف اور جاہل عرب کی کایا پلٹ دی جو کلیۃً متحد ہو کر آپ کو اور آپ کے پیغام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر تلا بیٹھا تھا،ایسا عجیب انقلاب وہاں برپا ہوا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حٰمٓ السجدہ:۳۵)

اچانک تو یہ دیکھے گا کہ وہ لوگ جو میری ہدایت کے مطابق حکمت اور موعظہ حسنہ وغیرہ سے تبلیغ کرتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں ان کی کوششیں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کردیں گی۔ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ اچانک تو یہ دیکھے گا کہ وہ جو تیرے خون کا پیاسا تھا جو تیرا دشمن تھا وہ تیرا جانثار دوست بن چکا ہے۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے محض رسماً نام تبدیل نہیں کئے اور عقلاً قائل نہیں کیا بلکہ دل جیتے ہیں اور ایسے دل جیتے جو آپؐ پر فدا ہونے کے لئے تڑپتے رہے۔ یہ وہ آخری مقصد ہے جو تبلیغ کا آخری مقصد ہے اور اس کے حصول کے لئے حضرت محمد اقدس مصطفی ﷺ کا سب سے بڑا اور کارگر ہتھیار دعا تھی ہر قدم پر دعا فرمائی یہاں تک کہ جب آپ سب سے زیادہ مظلوم ہوئے اور دکھوں میں مبتلا کئے گئے تو اس وقت جبکہ بددعا کا وقت ہوتا ہے، اس وقت بھی آپؐ کے قلب مطہر سے اپنے دشمنوں کے لئے دعا نکلی اور دعا بھی ہدایت کی دعا نکلی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ہی کی دعائیں تھیں جنہوں نے یہ انقلاب برپا کیا اور حکمت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ جب دل دکھا ہوا ہو اور بے اختیار بددعائیں پھوٹنے کو تیار ہوں تو اس وقت خدا تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لانے کے لئے انسان اپنے جذبات کو قربان کرتے ہوئے ظالموں کے حق میں ہدایت کی دعا کرے۔ مظلوم کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے لیکن مظلوم کی دعا جو اپنے دشمنوں کے خلاف ہونے کی بجائے ان کے حق میں ہو اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کے لئے قبولیت کے سوا رہ کیا جاتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تبلیغ کے سلسلے میں ہمیں حکمت کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا اور سب سے اہم گر یہی سمجھایا کہ دعائیں کرو اور دعاؤں پر بھروسہ رکھو۔ ہر حال میں دعائیں کرو اور دعاؤں کے ذریعہ تمہاری جنگ جیتی جائے گی۔ یہ تمہارا سب سے طاقتور سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ہتھیار ہے جس کے سوا خدا کی راہ میں کامیابی کے ساتھ دعوت نہیں دی جاسکتی۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت سی آیات کریمہ جن میں انبیاء اور دیگر بزرگوں کی تبلیغ کا ذکر ہے ان میں دعا کا مضمون سب جگہ شامل ہے۔

حضرت موسیٰؑ جب فرعون سے محو گفتگو ہیں بار بار خدا کی طرف توجہ جاتی ہے۔ خدا کے حوالے دیتے ہیں خدا پر توکل کی بات کرتے ہیں۔ آپ کے وہ متبعین جنہوں نے اس مناظرے اور مقابلے کے وقت آپ کے نئے پیغام کو قبول کیا اور خدا اور حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے جب فرعون

ان کو دھمکیاں دیتا ہے تو معاً ان کی توجہ بھی دعا ہی کی طرف جاتی ہے اور خدا پر بھروسے کا ذکر کرتے ہیں غرضیکہ انبیاء کی جو روئیداد قرآن کریم میں جگہ جگہ پھیلی پڑی ہے اور انبیاء کے ماننے والوں کی جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت ان کے خدا پر توکل کو دی گئی اور خدا پر توکل کے نتیجے ہی میں اپنی جو دعائیں دل سے پھوٹی ہیں وہی کارگر ثابت ہوئیں اور انہی کے ذریعہ انقلاب عظیم برپا ہوا۔

پس وہ کام اور وہ بظاہر بہت ہی مشکل کام جس کی طرف میں نے جماعت کو بلایا ہے وہ آسان ہو جائے گا اگر آپ بھی یہی ہتھیار استعمال کریں جو بارہا آزمائے جاچکے ہیں۔ یہ ایسا نسخہ نہیں جو نیا ہو اور انوکھا ہو اور پتہ نہیں کہ اس کے کیا نتائج مترتب ہوں گے بلکہ ایسا نسخہ ہے کہ جو ازل سے آج تک جب بھی استعمال ہوا ہمیشہ کارگر ثابت ہوا۔ پس جب میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ ہمیں یہ دعا بھی کرنی چاہئے اور یہ جدوجہد بھی کرنی چاہئے اور خدا کے در سے یہ امید رکھنی چاہئے کہ ہم اپنی زندگیوں میں ایک کروڑ احمدی اور بنالیں اور ایک کروڑ ایسی روحیں خدا کی راہ میں اس کے قدموں میں ڈال دیں جو اس سے پہلے خدا سے برگشتہ تھیں یا خدا سے اجنبی تھیں تو یہ اتنا بڑا کام نہیں جتنا بظاہر دکھائی دیتا ہے کیونکہ دعاؤں کے نتیجہ میں بہت بڑے بڑے کام آسان ہو جایا کرتے ہیں، پہاڑ ٹل سکتے ہیں اور یہی وہ مضمون ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا کہ اگر تم میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا اور تم پہاڑوں کو اپنی طرف بلاؤ گے تو وہ تمہاری طرف آجائیں گے۔ اس سے ظاہری پہاڑ مراد نہیں ہیں بلکہ وہ سرکش قومیں ہیں جو خدا کا پیغام سننے کے لئے تیار نہیں ان کو ایمان اور دعا کی دولت سے بلایا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ وہ سب سے اہم ذریعہ تبلیغ ہے جس کی طرف جماعت کو جس سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہئے اس سنجیدگی سے توجہ نہیں کر رہی۔ میں اس لئے یہ بات یقین سے کہہ رہا ہوں کہ اگر اس سنجیدگی سے توجہ کی جاتی تو وہ نتیجہ ضرور نکلنا تھا جو پہلے نکلتا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ قانون قدرت نے دیکھیں آپ کو یہ سکھایا کہ محنت کر کے زمین تیار کرو اور اس میں بیج ڈالو تو وہ بیج ضرور سبز کھیتوں کی شکل میں پھوٹے گا اور جتنا ڈالا ہے اس سے بہت زیادہ تمہیں واپس کرے گا۔ یہ ایک ایسا قانون قدرت ہے جو سوائے استثنائی ابتلاؤں کے ہمیشہ کارگر ہوتا رہا ہے اور کبھی بھی یہ نسخہ ناکام نہیں ہوا۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ روحانی دنیا میں ایک دستور جاری فرمائے، ایک

قانون بنائے اور وہ لوگ جو اس دستور پر، اس قانون پر اللہ کی رضا کی خاطر عمل کرنے والے ہوں ان سے اس قانون کی منفعتیں چھین لے اور ان کو اس کے نفع سے محروم کردے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا اور کبھی ہوا نہیں ساری تاریخ انبیاء ساری تاریخ مذاہب ہمیں بتا رہی ہے کہ دعا ہمیشہ کارگر ثابت ہوئی ہے اور دعا کے نتیجہ میں سعید روحوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں کھچے ہوئے دوڑتے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہونے کی توفیق ملتی رہی ہے۔

پس دعا پر سنجیدگی سے توجہ نہیں دی جا رہی۔ بہت سے لوگ مجھے لکھتے ہی کہ ہم تبلیغ کر رہے ہیں لیکن نتیجہ نہیں نکل رہا، دعا کرتے ہیں لیکن نتیجہ نہیں نکلتا۔ بعض دفعہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی دعا میں بھی مخلص ہیں لیکن دعا کے علاوہ تبلیغ کے مضمون میں صبر کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ بعض دفعہ بعض عمل جلدی پھل لاتے ہیں۔ بعض ذرا دیر میں پھل لاتے ہیں مختلف قسم کی زمینیں ہیں جن پر کام ہوا کرتے ہیں، مختلف قسم کے بیج ہیں جو بوئے جاتے ہیں۔ بعض بیج ہیں جو آج بوؤ تو کل ان سے ہریالی نکل آتی ہے۔ مثلاً مکئی کے دانے مجھے یاد ہے بچپن میں ہم خاص طور پر اس لئے بویا کرتے تھے کہ بہت جلدی ان سے روئیدگی پھوٹتی ہے اور بہت جلدی جلدی مکئی کا سرسبز وشادات پودا آنکھوں کے سامنے بڑھتا ہے لیکن بعض بیج ایسے ہیں جو بہت لمبا وقت لیتے ہیں۔ زمینوں کے ساتھ بھی اس مضمون کا تعلق ہے بعض زمینیں دیر سے بیجوں میں اثر پیدا کرتی ہیں اور ان کو پھوٹنے کے لئے اجازت دیتی ہیں، بعض زمینیں جلدی اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ جب میں سری لنکا سیلون بوٹینیکل گارڈن دیکھنے گیا تو وہاں مجھے ایک درخت دیکھ کر تعجب ہوا جس کے متعلق پتہ لگا کر ہزاروں سال پرانا ہے اور اس کا پھل میچور Mature ہونے یا بالغ ہونے میں بہت سے سال لگتے ہیں۔ دس پندرہ سال تک وہ پھل آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس پر مجھے اب بعینہٖ یقین سے تو یاد نہیں مگر ۶۰ سال یا اس سے زیادہ مدت اس نے بتائی کہ اس عرصہ میں اس کا بیج پھوٹ کر پودا مناسب قد کو پہنچتا ہے یعنی جوان ابھی نہیں ہوا ہوتا لیکن باقاعدہ ایک پودے کی شکل اختیار کر چکا ہوتا ہے اس عمل کے لئے ۶۰ سال درکار ہیں۔ اگر کوئی بے صبرا دعا کرنے والا اس بیج پر دعا کرتا تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے مر جاتا کہ وہ پودا بڑا ہو کر پھل لانے کے قابل ہوتا کیونکہ ۶۰ سال کے بعد اس کی بلوغت کا دور شروع ہوتا ہے اور پھر ایک لمبا عرصہ اس کو پھل لانے میں لگتا ہے۔ تو اللہ کے قوانین جاری وساری ہیں اور ضرور عمل دکھاتے ہیں لیکن یہ

قوانین جن حالات پر صادر ہوتے ہیں وہ حالات بھی تو بدلتے رہتے ہیں۔ان کی کیفیات مختلف ہیں کچھ حالات خدا کے ایک قانون کے تابع ہیں کچھ دوسرے قانون کے تابع ہیں۔پس ایسے لوگ جو بے صبری دکھاتے ہیں وہ بعض دفعہ اپنی ذات پر یا خدا کی ذات پر یہ بدظنی کر دیتے ہیں گویا ہماری دعاؤں میں کوئی اثر ہی نہیں یا خدا سنتا نہیں ان کو بعد میں شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔پس اپنی کیفیت کو درست کریں۔اللہ کی ذات پر کامل توکل رکھیں۔دعا اس طرح کریں جیسا کہ دعا کرنے کا حق ہے اور صبر کو اختیار کریں اور اپنی طرف سے سب کچھ خدا کے حضور حاضر کر دیں۔پھر یاد رکھیں کہ پھل پھول لانا اس کا کام ہے۔میاں محمد لکھو کے والوں کا یا مجھے یاد نہیں رہا کہ کن کا وہ پنجابی کا شعر ہے بہر حال کسی صوفی بزرگ کا ہے کہ مالی کا کام تو یہ ہے کہ وہ محنت کرے درخت لگائے اور پھر بھر بھر مشکیں ڈالے آگے مالک کا کام ہے پھل پھول لائے نہ لائے، یہ اس کا کام ہے یہ مالی کے اختیار کی بات نہیں۔اس کے سپرد جو کام ہے وہ بہر حال کرے اور پھر باقی معاملہ خدا کے سپرد کر دے۔یہ تبلیغ کا وہ مضمون ہے جو دعا سے اور صبر سے تعلق رکھتا ہے۔

اس ضمن میں میں ایک اور بات واضح کرنی چاہتا ہوں کہ خدا کے سپرد کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ذمہ داری خدا پر پھینک دے اور جب یہ سوال پیدا ہو کہ تمہاری کوششوں کو پھل نہیں لگ رہے تو آدمی بڑی بیزاری سے یا بے تعلقی سے یہ کہہ دے کہ جی! میں نے جو کرنا تھا کر لیا آگے اللہ کی مرضی یہی بات کہ اللہ کی مرضی اور اللہ کا اختیار ایک صوفیانہ جذبہ عشق کے ساتھ بھی بیان کی جاتی ہے اور ایک نہایت گستاخانہ بے ہودہ طریق پر بھی بیان کی جاتی ہے۔بات ایک ہی ہوتی ہے مگر اس کے نتائج بالکل مختلف نکلتے ہیں۔وہ لوگ جو خدا کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی محبت میں پگھل کر یہ کہتے ہیں کہ وہ مالک ہے جب چاہے گا دے گا اور ہم اس کی رضا پر ہر حال میں راضی ہیں یہاں تک کہ وہ نہ بھی دے گا تب بھی راضی ہیں اس بات میں ایک غیر معمولی جذب پایا جاتا ہے جو اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے بعض عظیم الشان کام دکھاتا ہے، بعض دفعہ بعض دعائیں اس اظہار کے نتیجہ میں مقبول ہو جاتی ہیں حالانکہ انسان کے دل کی کیفیت تو وہی رہتی ہے جو ہمیشہ سے ہے لیکن بعض دفعہ انسان ایک دکھے ہوئے دل کے ساتھ انتظار کرتے ہوئے کہ میری دعائیں قبول ہونگی، ہونگی، ہونگی آخر یہ سوچتا ہے کہ کیوں نہیں ہوئیں۔اس وقت دل بڑی پختگی کے ساتھ اس سارے مضمون پر

غور کرتا ہے اور آخری نتیجہ یہ نکالتا ہے کہ میں راضی ہوں۔ میرے اندر کوئی فتور نہیں ہے اور خدا کے حضور اپنے دل کی کیفیت اس طرح پیش کر دیتا ہے کہ اس وقت یہ بات دعا بن جاتی ہے اور عظیم الشان جذب کی طاقت رکھتی ہے یعنی اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کی طاقت رکھتی ہے لیکن ایک بدتمیز آدمی جس کو کہا جائے کہ جی آپ کے سپرد یہ کام کیا تھا یا آپ نے ابھی کام کیا نہیں تو وہ کہے کہ جی میں نے جو کرنا تھا کر دیا آگے نتیجہ نکالنا میرا کام نہیں۔ یہ اللہ کا کام ہے۔اس بات میں بڑی سخت بدتمیزی اور گستاخی پائی جاتی ہے۔ یعنی وہ سمجھتا ہے کہ میں نے تو پورا کامل کام کیا اس میں کوئی نقص نہیں چھوڑا اور نتیجہ نہیں نکلتا تو خدا ذمہ دار ہے، میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ یہ بالکل اور مضمون ہے۔اس مضمون سے ایسا بھاگیں جیسا کوڑھی سے بعض لوگ بھاگتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو ہلاک کرنے والا مضمون ہے۔

اس لئے مومن جہاں توکل رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ میری دعا کو ضرور پھل لگے گا وہاں پھل میں دیر ہونے کی صورت میں اپنے عیوب تلاش کرتا ہے، اپنی کمزوریوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور ہمیشہ یہی سمجھتا ہے کہ دعا کو تو ضرور پھل لگنا چاہئے۔اللہ کی رحمت اگر دیر سے آرہی ہے یا نہیں آرہی تو یہ تو شک والا معاملہ ہی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور اپنے بندوں کی سچی محنتوں کو قبول کرتا ہے۔آج نہیں تو کل اس کی رحمت ضرور نازل ہوگی لیکن یہ خطرہ بھی تو ہے کہ میرے کام میں نقص رہ گیا ہے، میری نیت میں فتور ہو گیا ہو۔ میں نے اس بھونڈے انداز سے کام کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ قابل قبول ہی نہ ہو۔اس پہلو سے جب انسان اپنے نفس کا جائزہ لیتا ہے تو حکمت کا ایک دوسرا باب کھل جاتا ہے اور حکمت ایک نئے مضمون کے ساتھ انسان پر روشن ہوتی ہے۔ پھر انسان اپنی تبلیغی کوششوں کا جائزہ لیتا ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ کس حد تک میں نے صحیح کام کیا، کس حد تک مجھ میں نقائص ہیں، کہیں میرے اعمال کی کمزوری تو نہیں جو لوگوں کو مجھ سے دور بھگاتی ہے، کہیں میرے طرز بیان میں تو نقص نہیں کہ لوگوں کے دل میری طرف مائل ہونے کی بجائے وہ مجھ سے متنفر ہو جاتے ہیں، کہیں میں بے محل باتیں تو نہیں کرتا جس کے نتیجہ میں عام حالات میں کوئی بات سنتا بھی ہے تو میری بے موقع اور بے محل باتوں کے نتیجہ میں مجھ سے بدکتا اور دور بھاگتا ہے، کہیں میں ایسی بات تو نہیں کرتا جس میں صرف مجھے دلچسپی ہے اور دوسرے کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔کیا میں ایسی باتوں کی تلاش میں رہتا ہوں، ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا ہوں کہ جب ایک شخص کا دل کسی خاص مضمون کی

طرف مائل ہوتا ہو اور میں خدا تعالیٰ کی دعوت کے مضمون کو اس کے ساتھ چل کر اسی رو میں بہہ کر اس کے حضور پیش کروں یا ان باتوں سے میں غافل ہوں۔ تو حکمت کے بہت سے موتی اس کو اسی تلاش کے دوران ملیں گے اگر وہ غوطہ لگانے کی استطاعت رکھتا ہو، اگر اس کو پتا ہو کہ اپنے نفس کو ٹٹو لنے کے لئے کیسی غوطہ خوری کرنی پڑتی ہے۔ کس طرح محنت کے ساتھ اپنے نقائص کو تلاش کرنا پڑتا ہے تو بات وہی حکمت ہی کی ہے کہ حکمت کا اول اور آخر دعا ہے مگر دعا کے بعد اپنے نفس کی نگرانی اور محاسبہ یہ حکمت کا دوسرا تقاضا ہے اور سچے توکل اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا ایک طبعی تقاضا ہے۔ پس اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے احمدی اس معاملہ میں بھی غافل ہیں اور انہوں نے کبھی نہ دعا پر اس رنگ میں توجہ دی جیسے دی جانی چاہئے، نہ حکمت کے دوسرے تقاضے کو پورا کیا اور اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو خدا پر الزام دھرنے کی بجائے اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہو۔ پس وہ سب لوگ جو سمجھتے ہیں کہ وہ تو پیغام پہنچا رہے ہیں نتیجہ نہیں نکل رہا ان کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان سب باتوں پر غور کیا کریں اور ہر چیز کا اپنے مقام پر حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔

دعا کا حق ادا کرنے کا ایک طریق تو یہ ہے کہ کامل توکل ہو اور یقین ہو کہ خدا دعاؤں کو سنتا ہے۔ دوسرا حق ادا کرنا یہ ہے کہ اپنا دل اس دعا میں اٹک جائے اور دعا قبول نہ ہو تو مایوسی نہ ہو مگر دکھ ضرور ہو۔ بعض دکھ رضا کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ ایک شخص اپنے محبوب سے کوئی استدعا کرتا ہے، اس سے کچھ چاہتا ہے اور وہ اسے نہیں دیتا تو وہ اس پر راضی ضرور ہو گا لیکن محرومی کا دکھ پھر بھی اپنی جگہ رہتا ہے۔ پس دعا کے ساتھ دکھ کا مضمون شامل ہے اور اس کے ساتھ صبر کا تعلق ہے۔ پس قرآن کریم نے جہاں دعوت الی اللہ کے لئے دعا کا مضمون سکھایا۔ موعظہ حسنہ کا مضمون سکھایا وہاں صبر کا مضمون بھی ہمیشہ ساتھ بیان فرمایا۔ تو دعا کے ساتھ تبھی صبر ہو سکتا ہے جب دکھ پہنچے ورنہ دکھ کے بغیر صبر کے معنی ہی کوئی نہیں۔ کون انسان خوشی پر صبر کرتا ہے کون انسان بے اعتنائی پر جب پرواہ ہی کچھ نہ ہو اس پر صبر کرتا ہے اور آپ نے کس سے کوئی چیز مانگی اس نے نہیں دی آپ نے کہا جاؤ جہنم میں مجھے پرواہ ہی کوئی نہیں تو صبر کا یہاں کونسا مضمون ہے۔ صبر کا مضمون تو وہاں شروع ہوتا ہے جہاں دکھ شروع ہو، جہاں تکلیف ہو۔ تو قرآن کریم کی ان آیات نے ہمیں یہ طریق سمجھایا کہ جب دعا کرو تو پھر تمہیں دکھوں کے رستے سے گزرنا ہو گا، دعا بھی دکھ کے ساتھ کرنی ہو گی اور صبر کے ساتھ کرنی ہو گی اور دعا کے

نتیجہ میں اگر تمہاری تمنا کے مطابق پھل نہ لگیں یا جیسی تمہیں توقع ہے ویسی عطا نہ ہو تو اس وقت تمہیں صبر کے ساتھ اس صورتحال کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر کے نتیجہ میں خدا پر الزام لگانے کی بجائے اپنی تدابیر کا تنقیدی نظر سے جائزہ لینا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ تمہاری طرف سے کوششوں میں کیا کمی رہ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کی نصیحت کے دوران یہاں صبر بھی فرمایا اور موعظہ حسنہ کا بھی ذکر فرمایا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس تعلق کو خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۴﴾ (سورۃ العصر)

موعظہ اور تَوَاصَوْا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یعنی نصیحت کرنا اور یہاں فرمایا: حق کے ساتھ اور صبر کے ساتھ نصیحت کرنا۔ تبلیغ کے مضمون میں موعظہ حسنہ اور صبر کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ پس موعظہ حسنہ کا ایک معنی قرآن سے یہ ثابت ہوا کہ موعظہ حق ہو، وہ بات کرو جو سچی ہو، سچی بات سے زیادہ خوبصورت اور کوئی بات نہیں ہے اور دلائل کی بات بعد میں شروع کرو، پہلے صاف سچی پیاری بات کرو ایسی نصیحت کرو جس میں حسن پایا جاتا ہو۔ موعظہ سچی بھی ہوسکتی ہے اور اس کے باوجود حسن سے عاری بھی ہوسکتی ہے۔ اگرچہ حق حسن ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن طرز بیان کا فرق ہوتا ہے اس لئے قرآن کریم نے تبلیغ کے مضمون میں موعظہ حسنہ کہا ہے جس میں سچائی شامل ہے لیکن لفظ حسنہ پر زور دے کر یہ بتایا کہ حق بات ایسے رنگ میں کہو کہ دوسرے کو پیاری لگے۔ حق بات ایسے رنگ میں نہ کہو جس سے سننے والا بے وجہ تلخی محسوس کرے۔ یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ بعض دفعہ ایسی بات بھی دوسرے کو تلخ محسوس ہوتی ہے جو حسین ہو جس کے اندر غیر معمولی کشش پائی جاتی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض دفعہ سننے والے بیمار ہوتے ہیں۔ یہاں ان کا ذکر نہیں چل رہا جو سننے والے بیمار ہیں ان سے خدا خود نپٹے گا چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ﴿۲۲﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴿۲۳﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ﴿۲۴﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (الغاشیہ: ۲۲ تا ۲۵)

کہ اے محمدؐ! تو تو مذکر ہے اور تیری نصیحت بہت حسین ہوا کرتی ہے۔ یہ مضمون آنحضرت

ﷺ کے مذکر ہونے کے اندر داخل ہے کیونکہ آپ کو ذِکۡرًا (الطلاق:۱۱) فرمایا گیا ہے ایسا رسول جو مجسم ذکر ہے ذِکۡرًا لفظ کے اندر خدا کی یاد اور نصیحت دونوں مضمونوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ پس اس سے زیادہ حسین نصیحت متصور ہی نہیں ہو سکتی جتنی حسین نصیحت آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ﴿۲۲﴾ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ نہیں سنیں گے۔ کچھ ایسے بدنصیب ہوں گے جو پیٹھ پھیر کر چلے جائیں گے ان کے متعلق فرمایا پھر تیرا کام نہیں ہے ان سے نپٹنا۔ چونکہ بیماری ان کی ہے اور بدنصیب وہ ہیں اس لئے اس کی سزا وہ پائیں گے۔ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ﴿۲۲﴾ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ ﴿۲۳﴾ اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰی وَ کَفَرَ جو پیٹھ پھیرے گا اور انکار کرے گا فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الۡعَذَابَ الۡاَکۡبَرَ اللہ تعالیٰ اسے عذاب اکبر میں مبتلا فرمائے گا۔

پس موعظہ حسنہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ نصیحت جو لازماً دوسرے کو خوش کر دے۔ وہ نصیحت جو لازماً دلوں کو کھینچے بلکہ موعظہ حسنہ سے مراد یہ ہے کہ ایسی حسین نصیحت جو صحت مند انسانوں پر نیک اثر پیدا کرنے والی ہو۔ جو دلوں کے بیمار اور ٹیڑھے ہیں ان کے رد عمل سے اس کی نصیحت کا غیر حسنہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر بیمار متلی سے مرتے ہوئے آدمی کو جو میٹھے کے تصور سے بھی قے کرتا ہو آپ انگور کھلائیں گے تو انگور اپنی ذات میں ایک اچھی چیز اور نعمت ہیں لیکن اس کے رد عمل کے نتیجہ میں انگور کو خراب تو نہیں کہا جا سکتا اس لئے دوسرے آدمی کی صحت ایک لازمی شرط ہے اس بات کے لئے کہ وہ نیک اثر قبول کرتا ہے یا نہیں۔

پس موعظہ حسنہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ کے دل سے موعظہ حسنہ اٹھی ہے سننے والے کے کانوں سے اس کا تعلق بعد میں پیدا ہوگا۔ آپ کے دل سے ایسی پیاری آواز اٹھی ہے آپ کی زبان سے حسین رنگ میں وہ بات ادا ہوئی ہے اور آپ نے اس مضمون کو ایسے عمدہ رنگ میں جس کو سنا رہے ہیں اس کے سامنے پیش فرمایا ہے کہ اس کے نتیجہ میں اسے ضرور آپ کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ یہ ہے موعظہ حسنہ۔ پھر اگر نہیں مائل ہوتا تو اس کا تعلق خدا سے ہے اس کا پھر بندے سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور اس کے مائل نہ ہونے کے نتیجہ میں اس پر کوئی حرف نہیں آتا۔ پس یہی آیت کریمہ جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو سچی راہ سے ضرور بھٹکیں گے اور بھٹک جاتے ہیں اور اللہ ان لوگوں کو بھی بہتر جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ تم موعظہ حسنہ کرو گے تو ضروری نہیں کہ اس موعظہ حسنہ کے نتیجہ میں لازماً عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوں لیکن وہ لوگ جو پاک دل رکھتے ہیں وہ لوگ جو نیک فطرت رکھتے ہیں وہ ضرور اس موعظہ حسنہ سے کھینچے جائیں گے۔ اس کے مقابل پر موعظہ سیئہ یعنی بری نصیحت کی تعریف یہ بنے گی کہ وہ نصیحت جو نیک فطرت لوگوں کو کھینچنے کی بجائے ان کو اور بھی دور کر دے۔ پس موعظہ حسنہ میں پوٹینشل Potential ہے اس میں اندرونی صلاحیت اور قابلیت موجود ہے کہ اگر سننے والا صحت مند ہو اور اس کے اندر کوئی بیماری نہ ہو تو وہ ضرور اس نصیحت کی طرف کھینچا جائے گا اور بد نصیحت سے مراد یہ ہے کہ اچھی بات ہونے کے باوجود ایسے بے ہودہ رنگ میں پیش کی جائے کہ عام طور پر صحیح الدماغ صحیح صلاحیتوں والا انسان ہو اور وہ قریب آنے کی بجائے بھٹک جائے۔

پس تبلیغ میں یہ احتیاط بڑی ضروری ہے اور یہ بھی حکمت ہی کی تفصیل ہے پس موعظہ حسنہ فرمایا اور دلائل کی بات ابھی نہیں کی۔ دلائل بہت بعد میں آتے ہیں۔ سب سے پہلے نیک نصیحت ہے جو عمل دکھاتی ہے اور قرآن کریم نے ہمیشہ موعظہ حسنہ کو دلائل سے پہلے رکھا ہے جہاں اس مضمون کا ذکر ہے وہاں موعظہ حسنہ کو پہلے رکھ دیا۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ یہ بھی وہی مضمون ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حٰم السجدہ: ۳۴) اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ جو احسن چیز ہے اس کے ذریعہ بدی کو دور کرو۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ پھر تم دیکھو گے کہ وہ شخص جو تم سے دشمنی رکھتا ہو وہ تمہارا گہرا جانثار دوست بن جائے گا۔ دوست کبھی بھی دلائل کے ذریعہ نہیں بنا کرتے۔ یہ بات آپ یاد رکھیں۔ یہاں کس حسن کا ذکر ہے وہ حسن جس کا جادو دل پر چلتا ہے اور وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو شروع کرتے ہوئے فرمایا وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اس سے زیادہ حسین قول کس کا ہو سکتا ہے جس نے خدا کی راہ میں بلایا اور نیک اعمال کے ذریعہ اپنے قول کو زینت بخشی۔

پس قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے موعظہ حسنہ کی یہ تفسیر ہمیں معلوم ہوئی کہ خدا کی

طرف بغیر کسی دلیل کے بلانا، ایک سچے دل کے ساتھ ایک گہرے جذبے کے ساتھ، اس کامل یقین کے ساتھ کہ آپ حق پر ہیں اور آپ خدا کو جانتے ہیں، خدا سے مل چکے ہیں اور واقعہ خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور بلانا اسطرح کہ آپ بلانے سے پہلے آپ اپنے اعمال کو زینت بخش چکے ہوں اور آپ کے اعمال حسین ہو چکے ہوں۔ جب اعمال حسین ہوں گے تو یہ قول حسن بن جائے گا، اس کے بغیر نہیں کیونکہ ان دونوں باتوں کو مشروط فرما دیا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ اس سے زیادہ کون اپنی بات میں حسین ہوسکتا ہے۔ جو خدا کی طرف بلائے وَعَمِلَ صَالِحًا شرط یہ ہے کہ اس کے اعمال حسنہ ہوں۔ اس کے اعمال کا حسن اس کی بات کے حسن میں تبدیل ہوگا۔

اب یہاں ایک ایسا قول جس کا ذکر چل رہا ہے جو انقلابی طاقت رکھتا ہے جو دلوں کو تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ بعض قول حسن، بڑی ہی دلکش باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا عمل صالح سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور بڑی بڑی چرب زبانی کے ساتھ وہ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ مگر کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہی اس میں راز ہے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں قول حسن سے مراد یہ نہیں ہے کہ نہایت ہی خوبصورت انداز میں لپیٹ لپیٹ کر باتیں کرو اور ایسے چسکے کے ساتھ مضمون کو بیان کرو کہ سننے والے کا منہ بھی چٹخارے لینے لگے۔ یہ موعظہ حسنہ نہیں ہے۔ یہ لفّاظی ہے یہ شاعری ہے یہ چرب زبانی ہے جو چاہیں اس کو کہہ لیں۔ موعظہ حسنہ عمل حسن سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو وعمل صالحاً سے خوب کھول دیا تو قرآن کریم کی اصطلاحوں کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ پس موعظہ حسنہ صرف اچھی نصیحت نہیں ہے، ایسی اچھی نصیحت ہے جس کی تائید میں بہت ہی حسین اعمال کھڑے ہوں جس کی پشت پناہی میں انسان کا عظیم کردار کھڑا ہو۔ دنیا کے سامنے وہ ایک ایسا کردار لے کر نکلے جو نہ صرف بیدار ہو بلکہ جذب کرنے والا ہو، کھینچنے والا ہو، لوگ حیرت سے اس کو دیکھیں کہ یہ کون انسان ہے جو ہم میں اس دنیا میں بستا ہے لیکن ہم سے مختلف ہے اور میں نے پہلے بھی بارہا جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ اکثر کامیاب مبلغین وہی ہیں جن کا کردار ان کے قول کو حسن اور قوت بخشتا ہے اور انہی کے ذریعہ عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

پس آپ اس بات کو دوبارہ دعا کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو ایک اور نیا مضمون ہمارے سامنے نکلتا ہے۔ پہلے دعائیں کیں درد دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں کیں کہ اے خدا ہم تیری راہ

میں لوگوں کو تیری راہ ہی کی طرف بلانے کے لئے نکلے ہیں۔ ہماری محنتوں کو قبول فرما۔ پھر جب ان میں اثر نہیں دیکھا تو اپنا جائزہ لیا اور دیکھا کہ مجھ میں کیا کیا نقص ہیں؟ کہاں میں نے غلطیاں کی ہیں؟ کہاں میری بات میں تشدد پایا جاتا ہے کہاں میری بات سن کر دھکا کھاتے رہے بجائے اس کے کہ میری طرف مائل ہوئے اور کونسی کمزوریاں ہیں جو مجھ سے رونما ہوئیں اور جب اپنی ناکارہ حالت کو پہچان لیا اپنی بے بسی کو محسوس کرلیا تو اس کیفیت سے ایک نیا دکھ ابھرے گا اور اس کیفیت سے پھر ایک دعا اور اٹھے گی گویا پہلی دعا کو تقویت دینے کے لئے ترمیم شدہ دعا، ایک نئی دعا دل سے اٹھے گی جس میں انسان یہ عرض کرے گا کہ اے خدا! میں دعائیں تو کرتا رہا مگر اپنے حال سے غافل تھا۔ مجھے پتہ نہیں لگ سکا کہ تیری راہ میں چلنے کے کیا آداب ہیں اور تیری راہ میں بلانے کے کیا طریقے ہیں پس اب میں نے پہچانا ہے اور پوری طرح نہیں کسی حد تک میں واقف ہوا ہوں۔ میں اپنے اعمال کی ایسی اصلاح چاہتا ہوں کہ میرا قول حسن بن جائے اور قول حسن کی تعریف تو نے یہ فرمائی ہے فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ کہ اچانک یہ معجزہ رونما ہو جائے کہ وہ جو تیرا دشمن تھا وہ تیرا جانثار دوست بن جائے۔ اے خدا! میں تو یہ نہیں دیکھ رہا میری دعاؤں میں اگر کوئی کمی ہے تو میری دعا یہ ہے کہ اس کمی کو پورا فرمادے۔ میرے اعمال میں جو نقائص میرے سامنے روشن ہوئے ہیں ان نقائص کو دور فرمادے کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جن پر مجھے استطاعت نہیں ہے میں چاہتا بھی ہوں تو دور نہیں کرسکتا اور اکثر وہ نقائص جو جان کو وبال کی طرح چمٹ جاتے ہیں، جو امراض مُزمنہ بن جاتے ہیں یعنی دائمی امراض بن جاتے ہیں ان کے متعلق یہ ضروری نہیں ہے کہ اس شخص کو آپ ایسا بے حس اور بے دین سمجھیں کہ نیکی کی باتیں کرنے کے باوجود وہ بعض اعمال میں گندا ہے اس مضمون کو اگر قرآن کی روشنی میں سمجھیں گے تو آپ کو یہ فتویٰ دیتے ہوئے خوف محسوس کرنا چاہئے کیونکہ ہر انسان کے ساتھ کچھ ایسے عوارض چمٹے ہوئے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا۔ بعض دفعہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے بعض دفعہ ان سے وحشت کھاتا ہے لیکن اس کے باوجود دور کرنے میں اس کو طاقت نہیں ڈرگ ایڈیکشن Drug Addicton اور Evil Addiction دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور نفرت کے ایک ہی حصے میں ان کی جڑیں ہیں Drugs کے ساتھ جو لوگ چمٹ جاتے ہیں۔ نشہ آور دواؤں کے جو شکار ہو جاتے ہیں ان کو ایک موقعہ پر محسوس ہوتا ہے کہ ہم بہت ہی گندی حالت

میں پہنچ گئے ہیں۔ وہ ہر طرح زور لگاتے ہیں کہ اس حالت سے نکلیں مگر نکل نہیں سکتے اور بعض دفعہ ان کو طبیبوں کی ضرورت پڑتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اس مرض سے چھٹکارہ حاصل کریں مگر نہیں چھٹکارہ حاصل کر سکتے۔ طبیبوں کی طرف دوڑتے ہیں اور اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ ہاں مجھ سے جو چاہو کرو مگر میری اس حالت کو بدل دو۔ پس خدا کے حضور ایسے اعمال سے چھٹکارے کے لئے جب انسان کو دعا کرنی ہو تو اپنے آپ کو پیش بھی کرنا ہوگا۔

اور یہاں قبولیت دعا کا یہ راز ہے جس کو سمجھے بغیر اگر دعا کریں گے تو قبول نہیں ہوگی۔ وہ مرض جس سے نفرت ہے اس مرض سے نفرت کی حد تک تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ تمہیں نفرت ہے لیکن اس کے باوجود اس سے ایک تعلق بھی قائم ہو چکا ہے اور وہ تعلق بعض دفعہ ایسا گہرا اور ایسا مجبوری کا تعلق ہو جاتا ہے کہ انسان سچے دل سے یہ بھی دعا نہیں کر سکتا کہ مجھے اس سے چھٹکارا نصیب ہو جائے یعنی جس مرض میں مبتلا ہے اس سے چھٹکارے کے لئے دعا بھی کرتا ہے مگر دعا میں گہری صداقت نہیں پائی جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ٹٹول کر اپنے آپ کو خدا کے سپرد نہیں کرتا، پیش نہیں کرتا اور یہ فیصلہ نہیں کرتا کہ اے خدا بہت تلخ معاملہ ہے میں جانتا ہوں کہ اس بات کو چھوڑنا میرے لئے سخت تلخی کی زندگی کو قبول کرنا ہوگا اور میری اچھی طرح نظر ہے۔ پھر بھی میں اپنے وجود کو تیرے حضور پیش کر دیتا ہوں جو چاہے کر گزر مجھے اس بیماری سے نجات بخش دے۔ اس کامل خلوص اور یقین اور گہرے علم کے ساتھ اگر دعا کی جائے تو وہ ضرور مقبول ہوتی ہے۔ تو حکمت کا یہی مضمون بار بار کروٹیں بدلتا ہے کبھی دعا کی طرف مائل ہوتا ہے، پھر دعا سے منعکس کا یہی مضمون بار بار کروٹیں بدلتا ہے کبھی دعا کی طرف مائل ہوتا ہے، پھر دعا سے منعکس ہو کر عمل کی دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے پھر انسان عمل میں اپنے نقائص تلاش کرتا ہے پھر بداعمالیوں سے چھٹکارے کے لئے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پھر دعائیں کرتا ہے اور اس کے بعد بالآخر اپنی کیفیت پر صبر کے بعد جب دیکھتا ہے کہ مد مقابل کسی طرح سننے پر آمادہ نہیں اور نیک نصیحتیں کارگر نہیں تو پھر دلائل کو بھی استعمال کرتا ہے پھر جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کا مضمون بھی شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ سب سے آخر پر ہے لیکن اس کے لئے تیاری بھی ضروری ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آخر ایک وقت بات مجادلے تک ضرور پہنچنی ہوالا ماشاء اللہ اور آپ اس کی تیاری نہ کریں اور پھر دعویٰ کریں کہ ہم خدا کی طرف قرآنی تعلیم کے

مطابق بلانے والے ہیں۔

پس یہ وہ پہلو ہے جو ہمیں علمی تیاری کی طرف متوجہ کرنے والا ہے لیکن بالعموم میں نے دیکھا ہے کہ لوگ تو پوری طرح دعا نہیں کرتے جیسی لگن کے ساتھ دعا ہونی چاہئے، اپنے مقاصد کے لئے اور اپنی مرادیں پانے کے لئے تو دل سے بڑی طاقت سے دعا اٹھتی ہے اپنی ناکامیوں پر حسرت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف طبیعت مائل ہوتی اور اس سے مدد چاہتی ہے اور اس سے سہارے ڈھونڈتی ہے لیکن تبلیغ کے معاملہ میں یہ سنجیدگی نہیں ہے۔ دعا میں وہ بے قراری نہیں ہے۔ اکثر لوگوں کے دل میں نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کے بعد پھر تبلیغ کیسے پھل لا سکے گی کیونکہ تبلیغ کا آغاز ہی دعا سے ہوتا ہے اور اس کے بغیر تبلیغ کوئی معنی نہیں رکھتی، کوئی معنی خیز سفر نہیں کر سکتی، کوئی معنی خیز نتائج پیدا نہیں کر سکتی تو زبانی پیغام پہنچانا کام نہیں ہے۔ پھر آگے حکمت کا مضمون ہے اور بہت تفصیل کے ساتھ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے آج تک بیسیوں مجالس میں اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔ ایسی بھی مجالس ہیں جن کی کیسٹس موجود ہیں اور ممکن ہے پچیس تیس چالیس گھنٹے اس مضمون کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہو۔ اس میں حکمت کا مضمون ایک مبلغ کو سمجھانے کے لئے میں نے حتی المقدور پوری کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود جب بھی میں غور کرتا ہوں کوئی نہ کوئی نیا نکتہ پھر ایسا دکھائی دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون ختم ہونے والا مضمون نہیں ہے۔

اس رنگ میں کتنے ہیں جو غور کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ یہ داعی الی اللہ جس کی جماعت کو ضرورت ہے۔ ایک دعا گو داعی الی اللہ جو ہمیشہ اپنے اعمال کا نگران ہو اور محاسبہ کرنیوالا ہو، جو ہمیشہ عاجزی اور انکسار کے ساتھ جب بھی اپنے اعمال کی کمزوریوں پر نگاہ پڑے ان کمزوریوں کو خدا کے حضور اس التجا کے ساتھ پیش کرنے والا ہو کہ جو چاہتا ہے کر گزر مگر ان داغوں کو مٹا دے۔ ان کمزوریوں کو دور فرما دے۔ وہ جس کے نیک اعمال اس کی موعظہ حسنہ کو حسین بنا رہے ہیں اور ان میں ایک عظیم الشان جذب پیدا کر رہے ہوں جو بار بار کبھی دعا کی طرف متوجہ ہو، کبھی اعمال کی طرف پھر اعمال کو دعا کے ساتھ ملا کر مختلف کروٹیں بدلتا ہوا مختلف پہلو اختیار کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ لیٹے ہوئے بھی اور اٹھتے ہوئے بھی اور چلتے ہوئے بھی دعاؤں کے ذریعہ خدا سے سہارے مانگ رہا ہو۔

یہ وہ داعی الی اللہ ہے جس کی جماعت کو ضرورت ہے۔ پھر وہ صبر کرنے والا ہو۔ جلدی ہار جانے والا نہ ہو۔ ایک طریق اگر کارآمد ثابت نہ ہو تو دوسرے طریق کی تلاش کرنے والا ہو اور یہ نہ کہے کہ یا خدا پھل نہیں دے رہا یا زمین ہی گندی اور ناپاک ہے اور اس کو پھل نہیں لگیں گے۔ ایسی باتیں کرنے والے کو واقعی پھل نہیں لگا کرتے۔ ان کی دعائیں بھی نامراد ہو جاتی ہیں اور ان کی وہ زمینیں بھی بنجر ثابت ہوتی ہیں جن پر وہ کام کرتے ہیں۔ زمینوں کو زرخیز سمجھیں یعنی صلاحیت کے لحاظ سے اور اگر پھر محنت اور صبر کے ساتھ کام کریں گے تو بعض زمینوں میں دیر سے پھل لگے گا لیکن بالآخران زمینوں سے پھل ضرور ملے گا۔ دیر سے روئیدگی باہر آئے گی مگر ضرور باہر آئے گی اور آخر اپنی بلوغت کے سارے منازل طے کر کے پھل تک منتج ہوگی۔

پس یہ قوانین قدرت ہیں جن پر نظر رکھنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی تنظیموں کی اور ان لوگوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں جن کے سپرد انتظام کئے گئے ہیں اس مضمون پر میں انشاء اللہ کسی حد تک اگلے خطبہ میں روشنی ڈالوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو یہ باتیں بار بار سمجھائی جاچکی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ اس سلسلہ میں جماعت کے وہ بزرگ عہدیدار جن کے سپرد ذمہ داریاں کی گئی ہیں ان کو جس طرح اپنے فرائض ادا کرنے چاہئیں شاید وہ ان باتوں سے لا بلد ہیں یا غافل ہیں کیسے ان کو کام کرنا چاہئے۔

انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کروں گا۔ عمومی طور پر میری جماعت کو نصیحت یہ ہے کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے، زمانہ بہت تیزی سے آگے نکل رہا ہے۔ اس کمی کو جو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں کہ ہم وقت سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اس کو دعاؤں کے ذریعہ پوری کرنے کی کوشش کریں۔ تبلیغ کے تعلق میں دعائیں ایک الگ معاملہ ہے جس پر میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ عمومی دعائیں جماعت کے مستقبل کے لئے کریں عمومی دعائیں جماعت کی بہبود کے لئے کریں اور اس یقین کے ساتھ کریں کہ اگر جماعت کا مستقبل روشن ہے تو ضرور اس عالم کا مستقبل روشن ہے، ضرور انسانیت کا مستقبل روشن ہے اگر جماعت کے مستقبل کے متعلق خدشے ہیں تو پھر اس انسانیت کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت کی بھی توفیق بخشے اور بنی نوع انسان کی حفاظت کی توفیق بھی بخشے اور وہ روحانی انقلاب برپا کرنے کی توفیق بخشے جس کے لئے حضرت

اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ سید دو عالم کو اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

آج جلسہ سالانہ فرانس کا پہلا دن ہوگا یعنی آج ان کا افتتاحی اجلاس جمعہ کے معاً بعد ہوگا۔ گزشتہ مرتبہ میں نے جاپان کے جلسہ کے لئے جو پیغام بھیجا تھا اس کی دیکھا دیکھی فرانس والوں نے بھی فوراً درخواست بھیج دی کہ ہمارا بھی اگلے خطبہ میں ذکر کردیں۔ ان کا اس لحاظ سے بھی خصوصی حق بنتا ہے ویسے تو ہر جماعت کا ہی حق ہے کہ میں نے ان سے جلسہ میں شامل ہونے کے ارادے کا ذکر کیا تھا اور پروگرام بن گیا تھا لیکن کسی اور وجہ سے اس پروگرام کو منسوخ کرنا پڑا۔ وہاں سے کچھ دوست جو تشریف لائے انہوں نے بتایا کہ اس سے جماعت بے چاری بہت ہی دل شکستہ ہے کیونکہ انہوں نے بڑی محنت اور شوق سے مشن ہاؤس کی خدمت کی اسے پینٹ کیا۔ نئے نئے حسن پیدا کرنے کی کوشش کی پھولوں، کیاریوں کی طرف توجہ دی اور جلسہ کے انتظامات کئے شہر کے مختلف بڑے بڑے لوگوں سے رابطے کئے۔ بعض عالمی شہرت والے دوستوں سے بھی رابطے کئے اور ان کو جلسہ پر آنے کی دعوت دی۔ اتنے شوق سے وہ گھر سجا کر آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں اور آپ نے کہہ دیا میں نہیں آسکتا تو انہوں نے یہ حوالہ دے کر بھی کہا ہے کہ اگر آ نہیں سکتے تو ہمارے متعلق کچھ گفتگو ہی ہو جائے۔ کچھ ہمارا ذکر ہی چلے جو ہم براہ راست سنیں چنانچہ یہ خطبہ وہ براہ راست سن رہے ہیں اس لئے میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ انشاء اللہ پھر ملاقاتیں ہوں گی۔ میں آپ کی ہر رنگ میں دلجوئی کی کوشش کروں گا۔ جو نصیحت میں نے آج جماعت کو کی ہے وہی نصیحت آپ کے لئے ہے فرانس میں سب سے زیادہ دعوت الی اللہ کی کمی ہے اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قوم بنجر ہے لیکن بنجر زمینوں کو بھی تو خدا تعالیٰ زرخیز بنا دیا کرتا ہے قرآن کریم میں یہ ذکر ہے۔ اگر واقعۃً وہ زمین بنجر ہے تو آپ کی دعا تو بے پھل، بے ثمر نہیں رہ سکتی۔ آپ کی دعا میں یہ طاقت ہے اگر آپ سچے دل سے پورے خلوص کے ساتھ دعا کا حق ادا کرتے ہوئے دعا کریں گے تو اگر فرانس کی سرزمین بنجر بھی ہے تو یہ سبز و شاداب بن سکتی ہے۔ قرآن کریم اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کیا تم نے اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ (السجدہ:۲۹) نہیں دیکھا کس طرح بنجر زمینوں کی طرف خدا کی رحمت کا پانی جب برس کر چلتا ہے تو ویرانوں کو خوبصورت شاداب گلستان میں تبدیل کر دیا کرتا ہے پس بنجر ہی سہی مگر آپ کی دعائیں تو بے ثمر اور بے اثر نہیں ہوسکتیں۔ دعائیں کریں۔ محنت کریں۔ کوشش کریں تاکہ

اسلام کا وہ روح پرور انقلاب جس نے آخر ساری دنیا میں ضرور آنا ہے فرانس میں بھی اس کی بہار کے کچھ نظارے تو لوگ دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک اور مختصر سا اعلان یہ ہے کہ آج کل سردیوں کی وجہ سے دن اتنے چھوٹے ہو گئے ہیں کہ جمعہ ختم ہونے سے پہلے ہی نماز عصر کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے اس لئے یہاں ہمیں اختیار ہی کوئی نہیں سوائے اس کے کہ ہم جمعہ کے ساتھ نماز عصر بھی جمع کر لیا کریں۔ مجھے پورے شرح صدر کے ساتھ یقین ہے کہ اس کی اجازت ہے کیونکہ یہ ایک ایسی مجبوری ہے جسے ہم ٹال ہی نہیں سکتے۔ اس لئے جب تک چھوٹے دنوں کا یہ تقاضا رہے گا آئندہ اس وقت تک نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر جمع کی جائے گی اور آج بھی کی جائے گی۔